درسِ قرآن

محمد احمد حافظ

اللہ کی راہ میں جہاد کا حکم

یٰٓاَیُّھَاالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا خُذُوۡا حِذۡرَکُمۡ فَانۡفِرُوۡا ثُبَاتٍ اَوِانۡفِرُوۡ جَمِیۡعًا O وَاِنَّ مِنۡکُمۡ لَمَنۡ لَّیُبَطِّئَنَّ ج فَاِنۡ اَصَابَتۡکُمۡ مُّصِیۡبَۃٌ قَالَ قَدۡ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیَّ اِذۡ لَمۡ اَکُنۡ مَّعَھُمۡ شَھِیۡدًا O وَلَئِنۡ اَصَابَکُمۡ فَضۡلٌ مِّنَ اللّٰہِ لَیَقُوۡلَنَّ کَاَنۡ لَّمۡ تَکُنۡ بَیۡنَکُمۡ وَبَیۡنَہٗ مَوَدَّۃٌ یّٰلَیۡتَنِیۡ کُنۡتُ مَعَھُمۡ فَاَفُوۡزَ فَوۡزًا عَظِیۡمًا O فَلۡیُقَاتِلۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ الَّذِیۡنَ یَشۡرُوۡنَ الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَابِالۡاٰخِرَۃِ ط وَمَنۡ یُّقَاتِلۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ فَیُقۡتَلۡ اَوۡ یَغۡلِبۡ فَسَوۡفَ نُؤۡتِیۡہِ اَجۡرًا عَظِیۡمًا O (النساء: ۷۱تا۷۴)

''اے ایمان والو! لے لو اپنے ہتھیار پھر نکلو جدا جدا ٹولیاں بنا کر یا نکلو اکٹھے ہو کر اور تم میں سے کوئی تو ایسا ہے کہ (اللہ کی راہ میں) نکلنے سے گریزاں رہتا ہے۔ پھر اگر تمہیں کوئی مصیبت پہنچے تو کہے کہ اللہ نے مجھ پر فضل کیا کہ میں ان کے ساتھ شریک نہ ہوا۔ اور اگر تمہیں اللہ کی طرف سے کوئی کامیابی ملے تو اس طرح کہنے لگے گا کہ گویا معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے اور اس کے درمیان کوئی دوستی نہ تھی......اے کاش! میں بھی مسلمانوں کے ساتھ شریک ہوتا تو مجھے بھی بڑی کامیابی یعنی مالِ غنیمت مل جاتا۔ سو چاہیے کہ لڑیں اللہ کی راہ میں وہ لوگ جو بیچتے ہیں دنیا کی زندگی کو آخرت کے بدلے اور جو کوئی لڑے اللہ کی راہ میں پھر مارا جائے یا غالب آئے تو عنقریب ہم اسے بہت بڑا اجر دیں گے۔''

معارف وتفسیر:

آیاتِ بالا میں تین باتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ (۱) جہاد کے لیے اسلحہ اور ساز وسامان کی فراہمی (۲) اقدام جہاد کا حکم (۳) منافقین کا طرزِ عمل۔ آئندہ آیات میں بھی احکام جہاد کا ذکر ہے، لیکن ایک بات قابلِ غور ہے کہ پچھلی آیات میں اللہ ورسول ﷺ اور مومن حاکم کی اطاعت کا وجوب بھی مومنین کے دلوں میں راسخ کرنے کے لیے مختلف پیرائے اختیار کیے گئے ہیں تاکہ مومنین کے دلوں میں اللہ ورسول کی اطاعت خوب جاگزیں ہو جائے۔

جہاد کیا ہے؟

قبل اس کے کہ ان آیات کی تفسیر کے حوالے سے گزارشات پیش کی جائیں یہ بتانا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جہاد کیا ہے؟ اس لیے کہ جہاد کے حوالے سے آج کل ایک خاص فضا قائم ہے اور اس کی ایسی ایسی تشریحات کی جارہی ہیں کہ عقلیں دنگ ہیں......مختصراً عرض ہے کہ جہاد نام ہے اللہ رب العزت کے دین کی سربلندی اور مظلوم مسلمانوں کے لیے خوب محنت کے ساتھ کافروں سے مسلح جنگ کرنے کا۔ چنانچہ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا:

ماالجهاد ؟جہاد کیا ہے؟......تو آنحضرت ﷺ نے ارشادفرمایا:

ان تقاتل الكفار اذا لقيتهم ”جہاد یہ ہے کہ تم بوقتِ مقابلہ کفار سے لڑو۔“

قيل فاى الجهاد افضل؟ پھر پوچھا گیا کہ کون سا جہاد افضل ہے!

قال من عقر جواده واهريق دمه

تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”جس کا گھوڑا مارا جائے اور پھر خود اس کا خون بہایا جائے“(کنزالعمال)

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا جہاد کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:
”جہاد یہ ہے کہ تم بوقت مقابلہ کفار سے لڑائی لڑو اور اس راستے میں نہ خیانت کرو اور نہ ہی بزدلی دکھاؤ“(رواہ البیہقی)

دونوں احادیث جہاد کا مورد متعین کرتی ہیں کہ جہاد کا معنیٰ ومطلب اللہ کی راہ میں کفار سے لڑنے کے سوا اور کچھ نہیں۔افضل ترین جہاد اسے قرار دیا گیا ہے جس میں مومن بندہ ثابت قدمی دکھائے بزدلی نہ دکھائے اور اس کی سواری بھی اس لڑائی کی نذر ہو جائے، پھر وہ خود بھی مارا جائے۔

<u>جہاد ہمیشہ کے لیے ہے:</u>

جہاد کا حکم جہاں بھی آیا ہے مطلق ہے۔اسے زمان ومکان کی قید میں مقید نہیں کیا گیا۔نہ تو جہاد کو محض حکومت اسلامیہ کی ذمہ داری قرار دیا گیا ہے اور نہ ہی مسلمانوں کا امیر نہ ہونے کی صورت میں اس حکم کو کہیں ساقط کیا گیا ہے، حدیث میں ہے:

> ”حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تین ایمان کی بنیاد ہیں......(۱) جو شخص لا الہ الا اللہ کا اقرار کرلے اس سے جنگ وعداوت ختم کر دینا، اب کسی گناہ کی وجہ سے اس کو کافر مت کہو اور نہ کسی عمل کی وجہ سے اس پر اسلام سے خارج ہونے کا فتویٰ لگاؤ۔(۲) جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے جہاد ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جاری رہے گا (یعنی اس میں انقطاع نہیں آئے گا) یہاں تک کہ اس امت کے آخری لوگ دجّال سے جنگ کریں گے، کسی عادل بادشاہ کے عدل یا کسی ظالم کے ظلم کا بہانہ لے کر جہاد کو موقوف نہیں کیا جا سکتا۔(۳) اور تقدیر پر ایمان لانا“۔(ابوداؤد شریف)

ابوداؤد کی یہ حدیث بتا رہی ہے کہ بعثتِ نبوت کے بعد کوئی دور ایسا نہیں گزرے گا جب جہاد ایسا عظیم الشان عمل جاری نہ ہو، اسلیے اسلام کی سربلندی جہاد میں ہی ہے۔جہاد کے اس قدر فضائل ہیں کہ اس سلسلے میں بیسوں آیات، بے شمار احادیث وارد ہوئی ہیں۔بعض احادیث میں ایمان کے بعد افضل ترین عمل جہاد کو قرار دیا گیا ہے۔ایک حدیث میں فرمایا گیا مسجد حرام کی تعمیر اور حاجیوں کو پانی پلانے سے افضل عمل جہاد ہے۔ایک حدیث میں گوشہ نشینی کی عبادت سے جہاد کو افضل قرار دیا گیا ہے۔اس کے ساتھ ساتھ مجاہد فی سبیل اللہ کے لیے بھی بے شمار فضائل ہیں۔

اسلحہ رکھنے کا حکم:

جب جہاد اسلام کا افضل ترین عمل ٹھہرا تو اس کی تیاری بھی لازمی ہے۔اسی لیے ایمان والوں کو مخاطب کر کے فرمایا گیا...... خُذُوْ احِذْرَكُمْ ......کہ اپنا اسلحہ لے لو اور نکل پڑو۔یہاں ایک اشکال جدّت پسندی کی طرف سے پیش کیا جاتا ہے کہ مقابلے کے لیے سامان حرب بھی دشمن کے برابر ہونا چاہیے، یہ اشکال اپنے اندر کوئی وزن نہیں رکھتا بلکہ محض میدانِ جہاد سے فرار کا ایک بہانہ ہے۔اللہ تعالیٰ نے مومنین کو سامانِ حرب میں دشمن کی برابری کا مکلّف نہیں بنایا بلکہ بقدر استطاعت تیاری کا حکم دیا ہے وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَااسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ میں اسی طرف اشارہ ہے کہ اپنے تئیں جتنا ممکن ہے اتنا ہی سامان کافی ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ مومن مجاہد جب اللہ کی راہ میں لڑرہا ہوتا ہے تو اس کا حامی و مدد گار محض اللہ رب العزت ہوتا ہے فتح وشکست اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ایمان والوں کا کام تو اللہ و رسول ﷺ کی اطاعت میں اپنے آپ کو پیش کر دینا ہے وہ اگر چہ بقدر استطاعت سامان حرب مہیا کرتا ہے مگر بھروسہ اور توکل اللہ ہی پر رکھتا ہے اس لیے اسے یقین ہے کہ اللہ کو منظور ہوا تو فتح ہوگی ورنہ شکست مقدر ہوگی۔اگر اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال نہ ہوئی تو کیونکر فتح نصیب ہوسکتی ہے۔قرآن مجید میں وَمَارَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى میں اسی طرف اشارہ ہے۔

منافقین کا کردار:

اللہ تعالیٰ نے درمیان میں منافقین کے کردار کا بھی ذکر فرمایا کہ جہاد کے سلسلے میں ان کا طرزِ عمل کیا ہوتا ہے...... میدانِ جہاد میں ظاہر ہے فتح ہوتی ہے تو کبھی شکست بھی ہوتی ہے۔مومنین قتل ہوتے ہیں، زخمی ہوتے ہیں اور کبھی پسپا بھی ہونا پڑتا ہے' ایسے مواقع پر منافق بہت خوش ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میں ان کے ساتھ شریک نہیں ہوا، لیکن جب مجاہدین کو کوئی بڑی کامیابی ملتی ہے تو حسرت آمیز انداز میں کہنے لگتا ہے کہ اے کاش میں بھی ان کے ساتھ شریک ہوتا تو مجھے بھی اتنی بڑی کامیابی ملتی، مطلب یہ ہے کہ وہ خود غرضی کی اس انتہا پر ہوتا ہے کہ اللہ و رسول ﷺ کے حکم کی پروا نہیں کرتا، بس اپنے ذاتی نفع و نقصان کو دیکھتا ہے کہ میرا نفع یا نقصان کس چیز میں ہے؟

اقدام جہاد:

فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الخ......اس آیت میں اقدام جہاد کا ذکر ہے، فليقاتل میں ''ف'' کو عاطفہ مان لیا جائے تو اس کا عطف خذو احذركم پر ہوگا۔اس طرح مطلب ہوگا کہ اپنے بچاؤ کے ہتھیار لے لو اور اللہ کی راہ میں لڑو۔اگر ''ف'' کو جزائیہ مان لیا جائے تو اس کا مطلب ہوگا کہ منافق لوگ اگر پیچھے ہٹتے ہیں، ہٹ جائیں۔اہل ایمان کو تو اللہ کی راہ میں لڑنا چاہیے۔مخلصین کے مقابلے میں منافقین ہمیشہ موجود رہے ہیں۔آج کے دور میں بھی منافقین کا کردار موجود ہے اور یہ منافق جہاد سے راہِ فرار اختیار کرنے کے عجیب وغریب نسخ لے کر آتے ہیں۔کبھی یہ امن امن

کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں، کبھی اسٹیٹ اور حاکم کی ذمہ داری سامنے لاتے ہیں، کبھی یہ کہتے ہیں کہ کافروں کے ساتھ مسلح جہاد کرنے کی بجائے ان سے مکالمہ کرنا چاہیے...... یہ تمام باتیں منافقت کی واضح نشانیاں ہیں۔

مجاہدین کے لیے فضل وانعام:

ومن یقاتل فی سبیل اللہ الخ ......وہ مومنین جو منافقت پرمبنی دعوؤں کی پروا کیے بغیر اللہ اور رسول کے حکم کے مطابق جہاد کرتے ہیں پھر وہ اللہ کی راہ میں شہید ہو جاتے ہیں یا غالب آتے ہیں۔ دونوں صورتوں میں اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے اجرِ عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔ غلبہ اور کامیابی یا اقتدار و مال کا حاصل ہونا شرط نہیں۔ اگر یہ سب چیزیں حاصل ہو بھی جائیں تو بھی انہیں اجرِ عظیم حاصل ہوگا کیونکہ مجاہدین کا مقصود مال اور اقتدار نہیں تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کے نام کا بول بالا کرنا اور کفار کو رسوا کر کے دین کا اعزاز قائم کرنا تھا۔

چنانچہ اس سلسلے میں ایک حدیث بھی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو شخص نکلتا ہے اور محض اللہ پر ایمان اور اللہ کے پیغمبروں کی تصدیق اس کو گھر سے نکالتی ہے (کوئی دنیوی غرض اس کے پیش نظر نہیں ہوتی) تو اللہ تعالیٰ نے اس کا ذمہ لے لیا ہے کہ (یا) ثواب اور مالِ غنیمت کے ساتھ اس کو (جنگ سے) لوٹا دوں گا یا جنت میں داخل کر دوں گا۔

(بخاری ومسلم۔ بحوالہ مظہری)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مثال ایسی ہے جیسے (دن کو) روزہ رکھنے والا (رات کو) عبادت میں کھڑا رہنے والا، خشوع وخضوع سے اللہ تعالیٰ کا کلام پڑھنے والا کہ نہ روزہ سے نکلتا ہے نہ نماز سے۔ مجاہد کی یہ حالت اس وقت تک رہتی ہے جب تک وہ جہاد سے لوٹ آئے۔ اسی حدیث کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ اللہ اس کو مالِ غنیمت اور ثوابِ آخرت کے ساتھ لوٹا دے یا اس کو شہادت عطا کرے اور جنت میں داخل فرمائے۔'' (تفسیر مظہری)

غور فرمائیے! یہ تمام فضائل وانعامات اس شخص کے لیے ہیں جو اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے اللہ کی راہ میں نکل کھڑا ہو اور اپنی جان و مال اس کے حضور پیش کر دے۔ آج جہاد کی ایسی تفسیر کی جارہی ہے کہ معلوم ہوتا ہے یہ حکم قرنِ اولیٰ کے لیے ہی تھا اور مجاہدین کو انتہا پسند، دہشت گرد، راہِ اعتدال سے ہٹے ہوئے اور نہ جانے کیا کچھ کہا جاتا ہے۔ قرآن کی زبان میں ایسے لوگ یقینی طور پر منافق ہیں جن کا اُخروی ٹھکانہ جہنم کا اسفل سافلین ہے۔ اور جو مجاہد فی سبیل اللہ ہیں' ان کے لیے اللہ رب العزت کی طرف سے فضائل وانعامات کی بارش کا اعلان ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں پہلے گروہ کے سائے سے بھی محفوظ فرمائے اور دوسرے گروہ میں مقام نصیب فرمادے۔ آمین یارب العالمین۔